ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No4 2023

تہذیب اور ادب

ڈاکٹر عظمیٰ حسن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جامعہ کراچی

Abstract:

Civilization is neither a word nor a subject, yet it has become a center of interest for the past two centuries. Civilization is the way of human beings. Man is the only creation of God who possesses knowledge, memory, speech, spiritual values, and a heart. Due to his thought, consciousness, research, and organization, he not only has the ability to invent and reveal but also has the courage to subjugate the stubbornness of nature and to renew his life, and the concept of making his own day is his practical interpretation. It is the essence of civilization. Wherever man faced resistance, his creativity and quest carved new paths. The combination of nature, fear, and desire transformed the individual into a family, and the family into a society. This society gave birth to civilization; civilization strengthened culture; and the link that connects all these stages is civilization.

تہذیب نہ کوئی نیا لفظ ہے نہ نیا موضوع پھر بھی گذشتہ دو صدیوں سے دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ تہذیب انسان کا طرہ امتیاز ہے۔ انسان خدا کی واحد مخلوق ہے جو علم استبدلال تخیل حافظہ، گویائی جیسی صفات کے ساتھ ساتھ روحانی اقدار اور قلبی واردات کی متحمل ہے۔ فکر و شعور تلاش و جستجو اور ادارو د تدبیر کے سبب وہ نہ صرف ایجاد و انکشاف کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ فطرت سے کرانے کائنات کو مسخر کرنے اور تعمیر جدید کا بھی حوصلہ رکھتا ہے اور اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کا تصور اس کی عملی تفسیر ہی تہذیب کی بنیاد ہے۔

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک نسل انسانی نے بے شمار تغیرات دیکھے، حیوانی طرز زندگی سے فلسفیانہ موشگافیوں، سائنسی ترقیوں اور تخلیقی اظہار کے لئے قرینوں تک ایک طویل سفر طے کیا۔ انسان کو جہاں جہاں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا وہاں وہاں اس کی تخلیق و جستجو نے نئی نئی راہیں تراشیں، فطرت، خوف اور خواہش کے اشتراک نے فرد کو خاندان، خاندان کو معاشرے میں تبدیل کیا۔ اس معاشرے نے تمدن کو جنم دیا، تمدن نے ثقافت کو استحکام بخشا اور ان تمام مراحل کو مربوط کرنے والا رشتہ تہذیب ہے۔ جیسے جیسے نسل انسانی کا شجرہ نسب پھلتا پھولتا رہا ویسے ویسے تہذیب کے بھی نئے نئے پہلو سانے آتے رہے۔ کیوں کہ تہذیب کوئی جامد و ساکن چیز نہیں۔ یہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ جب تک تہذیب کا جوہر برقرار رہتا ہے اس میں زندگی کی تحریک نظر آتی ہے۔

ابن مسکویہ اور نصیر الدین طوسی کے نزدیک ٹیچر (تہذیب) بشریاتی مسئلہ بھی ہے اور نفسیاتی بھی کیوں کہ اس کی بنیاد ضرورتوں پر ہے جو دزندہ رہنے کے لیے لازمی ہے۔ یہ ضرورتیں باہمی تعاون سے پوری ہو سکتی ہیں۔ یہیں سے ٹیچر کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس کے بعد معاشرتی ضرورتوں کو حسین شکل دینے کا آغاز ہوتا ہے اور ترقی یافتہ پھر انہیں معاشرتی تقاضوں کی حسن تنظیم کا نتیجہ ہے۔ اسے پرانے بزرگ استکمال" کہتے تھے۔ جس کے نتیجے میں خیر اور سعادت معاشرے کے حصے میں آتی ہے۔(1)

معاشرتی زندگی کے آئینے میں کسی قوم کا جو چہرہ ابھرتا ہے ہم اسے تہذیب کہتے ہیں۔ اس کی اصل وہ ثقافتی اور روحانی اقدار ہوتی ہیں جن سے کسی قوم کا باطن عبارت ہوتا ہے۔ لہٰذا تہذیبی شعور سے مراد تہذیب کے اپنی اصل (روح) سے رشتے کا ادراک ہے۔ یہ ادراک تہذیبیں مظاہر میں معنویت پیدا کرتا ہے۔ کسی سبب اگر تہذیب کا اپنی اصل سے رشتہ منقطع ہو جائے تو یہ ایک بے جان تصویر بن کے رہ جاتی ہے۔

امام غزالی کے نزدیک اعلی فرد، اعلی تھیچر اور با مقصد معاشرہ خود وجود میں نہیں آجاتا بلکہ عقلی عمل کی تنظیم اور روحانی ریاضت سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں معاشرہ محض حیاتیاتی اور معاشی ضرورتوں کی تکمیل سے نہیں بنتا بلکہ اس کی ترقی و کمال کے لیے منقلی و روحانی اسباب و محمدات کی ضرورت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حیاتیاتی اور معاشی ضرورتوں سے جو تعاون پیدا ہوتا ہے اس میں صفت اعتدال (حسن، خیر اور سعادت پیدا کرنے کے لیے روحانی محرک لازمی ہے ورنہ یہی معاشی اور حیوانی تقاضے اختلال تمدن (عصبیت، استحصال، جبر و بر اور بدیانتی) کا موجب بن جاتے ہیں۔(2)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی رائے میں انسان میں دو صفات ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No4 2023

"ا۔۔۔ بہیمی اور ۲۔۔۔۔ ملکی۔ انسان کی ترقی کے معنی یہ ہیں کہ وہ بہیمی صفات پر غلبہ پالے اور ملکی صفات (بقدر استعداد) اپنے اندر پیدا کرلے۔"(3)

مسلم حکماء کے نزدیک تہذیب کا مفہوم اس کردار ماحول کی تشکیل ہے جو بنی نوع انسان کو معراج کمال تک پہنچا سکے۔ اس کی بنیاد تہذیب اور اس کا نتیجہ خیر وسعادت اور تخلیقات عالیہ ہیں یا یوں کہیں کہ تہذیب سے مراد افراد کے باہمی تعاون اور رضامندی سے پیدا ہونے والی وہ اجتماعی خصوصیات ہیں جن کی بنیاد صالح عقائد اور اعلیٰ اقدار پر ہو اور جن کے نتیجے میں افراد اور معاشرہ ظاہری اور باطنی ترقی و کمال حاصل کر سکے۔ مغربی مفکرین کے خیالات تہذیب کی وضاحت کچھ اس طرح کرتے ہیں مثالی پروفیسر جوڈ کے مطابق:

تہذیب خوبصورت چیزیں بنانے، آزادی سے سوچنے اور نئی نئی چیزیں سوچنے اور ان اصولوں اور ضوابط پر عمل درآمد کرنے میں مضمر ہے جن کے بغیر لوگ گزارا نہیں کر سکتے۔"

پروفیسر لن تھارن ڈائک کے خیال میں:

"تہذیب ہماری اعلیٰ صفات کی پیداوار ہے جس کا استعمال پہلے ابتدائی انسانوں اور بزرگ افراد نے کیا اور اس کے بعد لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے اس راہ کو اختیار کیا اور اسے ایک معاشرتی حیثیت بنا دیا۔"(4)

ول ڈیوراں کہتے ہیں کہ تہذیب کے وجود کو قائم رکھنے میں اقتصادیات بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تجارتی حیثیت اور طاقت بھی تہذیب کے قیام و استحکام کا ایک اہم سبب ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں:

"تہذیب کوئی مادی چیز تو ہے نہیں جو اس کرہ ارض کے کسی خاص مقام سے ہمیشہ کے لیے وابستہ رہے تہذیب فنی خصوصیات اور تمدنی تخلیقات کا ایک غیر مرئی مرکب ہے۔ اگر یہ صفات، مادی قوت کے کسی اور مرکز پر منتقل ہو جائیں تو تہذیب باقی رہتی ہے اور جب ریاست، افواج، سیاست دان اور پولیس کا وجود باقی نہیں رہتا اس وقت بھی یہ قائم رہتی ہے۔"(5)

مغربی مفکرین کا تصورِ تہذیب کسی قدر مختلف ہے۔ بالخصوص جدید مفکرین اس میں ارضی حوالوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ اسے صفات اور اہلیتوں کا مجموعہ اور تمدن و ثقافت کا غیر مرئی مرکب سمجھنے کے باوجود اس کی تکمیل کو اقتصادیات، سیاست، اخلاق اور علم و ہنر کے ساتھ ساتھ آزادی اور تحفظ پر منحصر قرار دیتے ہیں۔ ہمارے دانشوروں نے بھی ان خیالات کا اثر قبول کیا۔ جدید دور میں تہذیبی تصورات میں عمرانی نقطہ نظر اور مغربی معیارات کی آمیزش ملتی ہے۔ سرسید احمد خان غالباً پہلے دانشور ہیں جنھوں نے تہذیب کا وہ مفہوم پیش کیا جو 19 ویں صدی میں مغرب میں رائج تھا۔ ان کے مطابق

"جب ایک گروہ انسانوں کا کسی جگہ اکٹھا ہو کر بستا ہے تو اکثر ان کی ضرورتیں اور ان کے خیالات ان کی مسرت کی باتیں اور ان کی نفرت کی چیزیں سب یکساں ہوتی ہیں اور برائی کو اچھائی سے تبدیل کرنے کی خواہش سب میں ایک سی ہوتی ہے اور یہی مجموعی خواہش تبادلہ یا مجموعی خواہش سے وہ تبادلہ اس قوم یا گروہ کی سولائزیشن ہے۔"(6)

سید معین الحق کے خیال میں:

"تہذیب اس طریق فکر، نظریہ حیات اور معیار امتیاز و انتخاب کا نام ہے جو انسانی گروہوں کے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ جس کے زیر اثر دو گروہ مختلف طریقوں میں سے کوئی خاص طریقہ حیات زندگی بسر کرنے کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔"(7)

سجاد باقر رضوی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No4 2023

"میں تہذیب کو تمدن(Civilization)کا روحانی پہلو سمجھتا ہوں، میری نظر میں تہذیب خود تخلیق بھی ہاہے اور تخلیق کا ذریعہ بھی۔"(8)

وہ اس بارے میں مزید لکھتے ہیں:

"تہذیب نام ہے زندگی کے اعلیٰ تجربوں کو گرفت میں لے کر انہیں ساکن کرنے کا اور ترقی نام ہے زیادہ سے زیادہ تجربے کرنے کا اور اس لیے ہر زندہ تجربے کی بنیاد تہذیب پر ہوتی ہے اور ہر زندہ تہذیب کی بنیاد تجربوں پر ہوتی ہے۔"(9)

"تہذیب کے ساتھ جو لفظ اکثر استعمال ہوتا ہے وہ تمدن کا ہے۔ تمدن لفظ "مدن" سے بنا ہے۔ جس کے معنی اقامت کرنا، شہریت اختیار کرنا شہر بسانا اور معاشرے میں رہنے کے ہیں۔ تمدن کسی ملک یا مقام کے طرز معاشرت کا نام ہے۔"(10)

سبط حسن تہذیب و تمدن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ہر تہذیب اپنے تمدن کی پیش رو ہوتی ہے۔ تہذیب کے لیے شہر، دیہات صحرا اور کوہستان کی کوئی قید نہیں کیوں کہ تہذیب معاشرے کی اجتماعی تخلیقات اور اقدار کا نچوڑ ہوتی ہے اس لیے تہذیب کے آثار ہر معاشرے میں ملتے ہیں۔"(11)

"تمدن دراصل تہذیب کے عملی اور انتظامی پہلو کی ترقی یافتہ شکل ہے۔"(12)

تہذیب کے قریبی معنوں میں ایک لفظ جو کثرت سے استعمال ہوتا ہے، وثقافت ہے۔ ثقافت کے مفہوم میں علوم وفنون و ادبیات پر قدرت و مہارت، ہر بات کو تیزی سے سمجھ لینا شامل ہے۔ ثقافت میں انسان کے علم و دانش، اس کی کوششوں اور ذہانتوں کا دخل ہے۔ ثقافت فرد کی جامع تحمیل کی کوشش کرتی ہے جو حسن، ذہانت، نیکی اور نور پر مشتمل ہے۔"(13)

ڈاکٹر سید عبد اللہ کے نزدیک:

"کلچر (ثقافت) عقیدوں سے پیدا ہوتا ہے۔ محض انسان کی معاشی مجبور ہوں اور ضرورتوں کی پیداوار نہیں اگرچہ ان کا بھی کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔"(14)

کلچر ایک فن کا نام ہے جس سے معاشرے کے مختلف طبقوں اور افراد میں جو گرچہ ایک دوسرے سے متضاد بھی ہوں مماثلت وحدت اور یکجہتی پیدا یہ کسی قوم یا معاشرے کی وہ مشترک خاصیت ہوتی ہے جو اس کا شخص بنتی ہے اور دوسری اقوام اور معاشرے سے اس کو جدا کرتی ہے۔

ہر قوم کی ایک تہذیبی شخصیت ہوتی ہے اور بعض ایسی انفرادی خصوصیات ہوتی ہیں جو ایک قوم کی تہذیب کو دوسری قوم کی تہذیب سے ممتاز اور جدا کرتی ہیں۔ اپنی نزاکتوں کا ادراک تہذیبی شعور کہلاتا ہے۔ جوہر باشعور فنکار کی تخلیقات میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ تہذیبی شعور سے مراد وہ نظر ہے جو اپنی تہذیب کی روح کو دیکھ سکے۔ بلاشبہ یہ نظر بجائے خود تہذیب، روایت، تاریخ، مذہب اور ادب پر غور و فکر سے فروغ پاتی ہے لیکن دراصل یہ ایک وجدانی صلاحیت ہے جو کسی شے کے باطن اور اس کے غیر مرئی نظام ارتقاء کو دیکھنے کے قابل کرتی ہے۔

باشعور فنکاروں کے اعلیٰ تخلیقی ادب اپنے ماحول کے تصورات علامات و اقدار و روایات اور فکری سرمائے کو، اپنی تہذیبی روح کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے، تہذیبی شعور کے حامل فنکار کی تخلیق اس کے مزاج کی عکاس تو ہوگی ہی ساتھ ساتھ وہ اپنے اظہار کے لیے ہیئت، فارم کا انتخاب، معاشرے کی روایت، ذاتی تخیل و تصورات کو سامنے رکھتے ہوئے کرتا ہے۔

تہذیب اور ادب: اثر اندوزی، اثر پذیری:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No4 2023

معاشرے کی تشکیل کے اعلیٰ ترین مرحلے میں ثقافتِ عالم وجود میں آتی ہے یہ ثقافت بقول ٹامکر:

در اصل علوم وفنون ، اخلاقیات ، قانون ، روایات اور ہر اس عادت صلاحیت پر محیط ہوتی ہے جو معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے فرد انجام دیتا ہے۔"(15)

ہر ثقافت اپنے ایک بنیادی نظر کے ساتھ جن تمدنی مظاہر کو فروغ دیتی ہے وہ بھی جزو ثقافت ہوتے ہیں اور ایک ثقافت انھیں تمدنی مظاہر کے ذریعے پہچانی جاتی ہے۔ آداب واطوار، خورد ونوش، فنون لطیفہ، اور اظہار مافی الضمیر کے وسائل بھی شامل ہیں لیکن یہ سارے مظاہر ثقافت کی مرکزی فکر کے تابع ہوتے ہیں۔ یہ مرکزی فکر صدیوں کے تجربات کے بعد اپنی صلاحیت وپائیداری کا سکہ کسی معاشرے میں رائج کر دیتی ہے اور افراد اور معاشرہ اسی فکر کے سانچے میں خود کو ڈھالنا ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔(16)

کوئی معاشرہ اپنے بزرگوں کے تجربات، تعلیمات واکتسابات کی روشنی میں بلا جبر جس طرز فکر وحیات کو اختیار کرتا ہے اس تہذیب کہتے ہیں۔ ادب تہذیبی مظاہر میں ایک اہم اور بلند ولطیف مظہر کی حیثیت رکھتا ہے، ادب اور اور تہذیب دونوں الفاظ میں قریبی تعلق موجود ہے، تہذیب جہاں ایک معیار امتیاز ہے، میں ادب بجائے خود احترام، معیاری اور احسن طریقے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ادب کے وسیع معنی سے قطع نظر ہم صرف تخلیقی ادب کی بات کریں تو پنسل آدم کے اولین امتیازات اور تخلیقی اظہار میں سے ایک ہے۔

تہذیب اور ادب دونوں بھی اپنے اندر اثر اندوزی واثر پذیری کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔ تہذیبی سطح پر آنے والا ہر مد وجزر ادب پر گہرے نقوش چھوڑتا ہے اسی طرح ادب کے متاثر کرنے یہاں تک کہ قلب ماہیت اور انفرادی واجتماعی زندگیوں میں انقلاب انگیزی کی بے شمار مثالیں: پیش کی جاسکتی ہیں۔ جب کوئی معاشرہ خیر وسعادر ما معاشرہ خیر وسعادت کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس کے ادب میں بھی ایسے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں کہ اسے ادب عالیہ میں شمار کیا جائے۔ اس کے برعکس جب اقوام روحانی قوت اور اہم تہذیبی افکار کی اشاعت کے فریضے سے بے نیاز ہو کر مخفض مادی ضرورتوں اور آسائشوں کے لیے وقف ہو جاتی ہیں تو ان میں دوسروں کو متاثر کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے اور وہ داخلی امراض کا شکار ہو کر ضعیف ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ان کا کلچر بھی ضعیف اور بے اثر ہو جاتا ہے ملا۔ ادب جو تہذیب کا حقیقی ہم سفر اور مزاج شناس ہے اس صورت حال میں تقلید اور انتشار کا مظہر بن جاتا ہے۔

اگر کسی معاشرے کا تہذیبی وسماجی ڈھانچہ اور اس کا معیار ہی انفعال دابتذال تکلف وتصنع، مسائل حیات سے روپوشی وعیش کوشی اور احساس کمتری وشکست خوردگی کے نتیجے میں فسانہ سازی ومبالغہ آرائی پر استوار ہو تو پھر شاعری میں بھی انھیں چیزوں کا عکس نظر آئے گا۔(18)

اس حقیقت سے تو انکار نہیں کہ شاعر بہر حال اپنے سماج اور اپنے زمان ومکان کا پابند ہوتا ہے۔ لیکن وہ ان پابندیوں کے جال کو توڑ کر اندر باہر چھیلنے اور بڑھنے اور ان سے بلند ہونے کی قوت بھی رکھتا ہے۔ وہ ایک تہذیبیں اور سماجی روایت کا وارث ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وژن اور اپنی اقدار بھی تخلیق کرتا ہے اور اس سے دوروایت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ بڑا شاعر انسانی وجود اور کائنات کے آفاقی مسائل سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ اس سے اس کی شاعری کے شعلہ کو تابناکی نصیب ہوتی ہے۔(19) شاعر اور ادیب معاشرے کی جیوں کی تیوں عکاسی کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ حال کے علاوہ ماضی سے بھی اپنا ربط استوار رکھتا ہے اور مستقبل کے لیے کچھ اچھے اور سنہرے خواب بھی دیکھتا ہے۔ وہ جو کچھ ہونا چاہیے اور جو کچھ نہیں ہے، اس کی طرف بھی اپنے تخیل کی مدد سے اشارہ کرتا ہے۔(20) ایک اچھے اور بڑے شاعر کا کمال یہی ہوتا ہے کہ سماجی صورت حال اور زمان ومکان کی کیفیت کو نہ صرف محسوس کرتا ہے بلکہ ان کیفیات سے وہ زندگی کے لیے اثبات کی راہیں بھی تلاش کرتا ہے۔(21)

بے شک شاعر یا ادیب اس بات کا پابند نہیں کہ وہ محض اپنے ارد گرد پھیلے معاشرے کی عکاسی کرے بلکہ وہ ماضی سے استفادہ کرنے اور مستقبل کی تصویر کشی اپنے شعور اور تخیل کی روشنی میں کر سکتا ہے۔ البتہ روایت اور علامات کا یہ سلسلہ بھی معاشرے اور ثقافت کے وسیلے ہی سے اس کی دست رس میں آتا ہے۔ فنکار کے ذاتی جوہر کی تراش خراش میں معاشرہ اہم کردار ہوتا ہے اور اس کے پرکھنے کے لیے معیارات بھی معاشرے اور اس کی تہذیب و ثقافت ہی سے اخذ کیے جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا مختصر بیانات سے یہ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ تہذیب اور ادب ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ تہذیبیں شعور و نظر یا صلاحیت ہے جس کے سبب کسی شخص کو تہذیب کی بنیاد اس کی جہت اور اس کی غایت و مطلوب کا اور اک ہو اور انہی کو پیش نظر رکھ کر وہ ادب اور زندگی کی تنقید و تفہیم کر سکے۔

مختلف قوموں کے تمدنی تقاضے اور ثقافتی اظہار مختلف ہوتے ہیں اور یہ دونوں ہی تہذیبی مظاہر کو متاثر کرتے ہیں۔ اس لیے مشرقی اور مغربی ادب میں اقدار اور معیارات کا اختلاف فکر اور ہیت دونوں کے اعتبار سے نظر آتا ہے۔ مگر تہذیب چوں کہ عمومیت و آفاقیت کی حامل ہوتی ہے اس لیے تہذیبی شعور بھی عمومی اور آفاقی اقدار ہی کا متلاشی ہوتا ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ زمانے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بڑے شعراء کے کلام میں کہیں تاریخ و مذہب کی کرنیں پھوٹتی نظر آتی ہیں تو کہیں جغرافیائی حدود سے آگے نکل کر دو جدید عالمی تحریکات کا اثر قبول کرتے ہیں۔

ردو قبول کا یہ عمل اگر تہذیبی شعور کی روشنی میں نہ کیا جائے تو عصبیت، رجعت و جمود کا سبب بنتا ہے یا اندھی تقلید کے نتیجے میں احساسِ کمتری اور فکری غلامی کا باعث۔ فطری اور معاشی تقاضوں کے پیش نظر انسانوں کے مل جل رہنے سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ ادب تہذیب کا اہم مظہر ہے جو انسان کے حقیقی اور جمالیاتی ولری جوہر کی سکین کا سب بہت ہے۔ ادب ک عشرے سے گر تعلق ہے۔ یہ صرف زندگی کا آئینہ دار ہے بلکہ اپنا اثر اندوزی اور اثر پذیری کی صفت کے سبب اس کو متاثر کرنے کی بھی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ ساقی فاروقی کہتے ہیں کہ:

> "ادب کا کام تزکیہ ہے۔ انسان کے کسی نہ کسی نا ملائم جذبے کا تزکیہ جو صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ لکھنے والا اپنے کسی خیال یا جذبے کو محسوسات کے دائرے میں لانے کے بعد جمالیاتی سطح پر الفاظ کی شکل دے دے۔ اس عمل سے یہی نہیں کہ اس کے کسی کھردرے جذبے کا تزکیہ ہو گا بلکہ اس کے پڑھنے اور سننے والے پر بھی ہیں اثر ہونا چاہیے۔"(22)

ایک اچھے فنکار کا فرض ہے کہ وہ اپنی شخصیت کے بدلتے ہوئے رخوں کو شعور میں لا کر ان کی کڑی گھرائی کرے۔ ایلیٹ نے پونڈ کی نظموں کا دیباچہ لکھتے ہوئے جو بنیادی روایت اور جدیدیت کے بارے میں بات کی ہے وہ دل کو گتی ہے۔ کہتے ہیں"" جدیدیت روایت کے بغیر ایک بے معنی لفظ ہے اور اگر ایسا ادب کہیں موجود ہے تو جدید ہو مگر اس کا تعلق روایت سے نہ ہو تو میں اُسے منسوخ کرتا ہوں۔ مزید لکھتے ہیں کہ:

> "اگر لکھنے والے کی جڑیں اپنی روایت کے چاروں طرف پھیلی ہوئی نہیں ہیں تو وہ گھورے پر اگا ہوا ایک "کگڑمتا" ہے جس کی چھتری ہوا کا ایک جھوٹ کا بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"(23)

ادب کی تخلیق کے لیے جس فارم یا ہیئت کو وسیلہ اظہار بنایا جاتا ہے وہ انھیں مختلف عوامل سے وجود میں آتی ہیں جو متعلقہ معاشرے میں ہوتے ہیں اور پھر ایک رویت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔(24)

ادب کا مطالعہ فرد یا شخصیت تک محدود نہیں رہ سکتا۔ اسے لازما اپنی جڑیں معاشرے کی زیریں سطح تک تلاش کرنی پڑتی ہیں اور اس تلاش و جستجو کے دوران ادب کے پس منظر کا مطالعہ کرنے کے لیے ہمارے لیے معاشرے کا مطالعہ کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ اس کے انعکاسات ہوتے ہیں جو ادب کے خاکے میں رنگ آمیزیاں کرتے ہیں۔(25)

حواشی

1۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، "کلچر کا مسئلہ" 2001ء، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص23

2۔ ایضاً، ص28

3۔ ایضاً، ص29

4۔ انوار ہاشمی، "تہذیب کی کہانی"، 1979ء، کراچی بک سنٹر، ص18-19

5۔ ول ڈیوران / محمد اجمل، "نشاط فلسفہ"، 1995ء، فکشن ہاؤس، لاہور، ص320 تا 329

6۔ احمد خان، سید، سر، "مقالاتِ سر سید"، جلد1962،6ء، مجلس ترقی اُردو ادب، لاہور، ص3
7۔ عین الحق سید، "تہذیبیں" حصہ اوّل، 1966ء، علی بک ڈپو، کراچی، ص18
8۔ سجاد باقر رضوی، "تہذیب و تخلیق"، 1987ء، مقتدرہ اُردو زبان، اسلام آباد، ص66
9۔ ایضاً، ص124
10۔ ارشد بھٹی، "مطالعہ تہذیبِ اسلامی" بحوالہ: ساجد امجد ،ڈاکٹر، "اُردو شاعری پہ برصغیر کے تہذیبی اثرات، 1989ء، غضنفر اکیڈمی، کراچی، ص9
11۔ سبطِ حسن، "ماضی کے مزار" 2002ء، دانیال، کراچی، ص15
12۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، "کلچر کا مسئلہ"، ص6
13۔ ساجد امجد، ڈاکٹر، "اُردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات"، ص11
14۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، "کلچر کا مسئلہ"، ص9
15۔ عبدالبادی، سید، ڈاکٹر، "لکھنؤ کے شعر و ادب کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر (عہدِ شجاع الدولہ سے واجد علی شاہ تک)"، 1987ء، مطبع، نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد، انڈیا، ص16
16۔ عبدالباری، سید، ڈاکٹر، "لکھنؤ کے شعر و ادب کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر (عہدِ شجاع الدولہ سے واجد علی شاہ تک)"، ص19
17۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، "کلچر کا مسئلہ"، ص14
18۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اُردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ"، 1990ء، وکٹری بک بینک، لاہور، ص10
19۔ نوازش، ڈاکٹر، بحوالہ افتخار بیگ، "احساس بیگانگی اور مغائرت، مجید امجد کی نظم کے تناظر میں"، 2009ء، مثال پبلشر، فیصل آباد، ص148
20۔ عبدالباری، سید، ڈاکٹر، "لکھنؤ کے ادب کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر (1857ء تا 1947ء)"، 2006ء، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص14
21۔ افتخار بیگ، "احساس بیگانگی اور مغائرت، مجید امجد کی نظم کے تناظر میں"، ص148
22۔ ساقی فاروقی، "نظ، کا سفر، فیضؔ، میر اجیؔ اور راشدؔ"، مشمولہ: تخلیقی ادب، شمارہ 1985،4ء، ص204 تا 212
23۔ ایضاً
24۔ عبدالباری، سید، ڈاکٹر، "لکھنؤ کے شعر و ادب کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر (عہدِ شجاع الدولہ سے واجد علی شاہ تک)"، ص23
25۔ ایضاً، ص16